کشف الغطاء

عن

مسئلۃ النداء

حافظ شفیق احمد نصیر احمد تاجران کتب
اندرون [illegible] شہر

فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حنفی

مسئلہ ندا "یا رسول اللہ" پر

فقیہ اعظم حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب محدث کوٹلوی علیہ الرحمۃ

کی محدثانہ تالیف

موسوم بہ

کشف الغطاء عن مسئلۃ النداء

جو کتب خانہ مدینہ طیبہ کوٹلی لوہاراں

ضلع سیالکوٹ نے اپنے اہتمام سے شائع کی

پہلی نظر

آج کل بعض لوگوں نے نعرۂ رسالت ''یا رسول اللہ'' اور درود شریف ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' پر بھی اعتراض کرنا۔ اور اس باطل سوز نعرہ اور ایمان افروز درود پاک پر بھی شرک و بدعت کا فتویٰ لگانا شروع کر دیا ہے۔

حضرت والد معظم فقیہ اعظم علیہ الرحمتہ نے اس مسئلہ پر بھی اپنا محققانہ قلم چلا کر ثابت فرما دیا ہے۔ کہ نعرہ رسالت اور حرف ندا سے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا مسلمانوں کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے اور اُسے ناجائز یا بدعت کہنا سراسر جہالت اور عداوت ہے۔

امید ہے۔ یہ رسالہ مسلمانوں کے لئے بڑا مفید ثابت ہو گا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اپنے آقا و مولے صلے اللہ علیہ وسلم کو حرفِ نداء ''یا'' کے ساتھ پکارنے کے عادی رہے۔ اور ہیں۔ اور ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' کے پیارے پیارے الفاظ کے ساتھ اپنے آقا پر صلوٰۃ و السلام کے پھول نچھاور کرتے رہے لذتِ ایمانی پاتے رہے اور پاتے ہیں اس کتاب کو پڑھئے۔ اور اس حقیقت کا نظارہ کیجئے۔

ابوالنور محمد بشیر

کشف الغطاء عن مسئلۃ النداء

یعنی

جواز ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ - اما بعد - فقیر ابو ابو یوسف محمد شریف عرض کرتا ہے کہ درود شریف صلی اللہ علیک یا رسول اللہ یا رسول اللہ یا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی نسبت کئی دفعہ احباب نے پوچھا اور میں نے جواب دیا کہ درود شریف ان الفاظ کے ساتھ پڑھنا جائز ہے - کوئی ممانعت نہیں - اور کئی دفعہ احباب کو اس کے جواز کے دلائل بھی سمجھائے گئے مگر تاہم بعض احباب نے اصرار کیا کہ یہ دلائل معرض تحریر میں لانے چاہئیں - تاکہ

فائدہ عام ہو بنابریں ایک دوست کے استفتار کے جواب میں میں نے ایک مبسوط مضمون لکھا۔ جو "الفقیہ" کے متعدد پرچوں میں شائع ہوا۔ اب سیکرٹری انجمن حنفیہ کوٹلی لوہاراں "اس بات پر مصر ہوئے۔ کہ یہ مضمون بصورت رسالہ شائع ہونا چاہیئے۔ تاکہ ہر خاص و عام اس سے مستفید ہو سکیں۔ لہذا متوکلاً علی اللہ اس مضمون کو شروع کرتا ہوں۔

(و اللہ ولی التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق)

استفتاء

درود شریف الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا صلی اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔ جواب بحوالہ آیت یا حدیث ہو۔ (منشی تاج الدین چک نمبر ۹۹ ڈاک خانہ جہانیاں ملتان)

جواب - جائز ہے۔ قرآن شریف میں مطلق درود شریف پڑھنے کا ارشاد ہوا ہے۔ احادیث شریفہ میں بھی مطلق درود پڑھنے کی فضیلت آئی ہے۔ اس لئے درود شریف کا کوئی بھی صیغہ ہو سب کے پڑھنے سے پڑھنے والا فضیلت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اگر بعض صیغے بسبب ماثور ہونے کے یا بسبب احسن ہونے کے ایک دوسرے سے افضل ہوں۔ جس طرح کہ قرآن کریم کی بعض آیات بہ نسبت بعض دیگر ثواب میں افضل ہیں۔ لیکن مطلق فضیلت میں سب یکساں ہیں۔

اگر یہ بات ہوتی کہ جو درود شریف جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ اس کے سوا کسی اور درود شریف کے پڑھنے میں کچھ فضیلت نہیں۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نیز تابعین تبع تابعین و ائمہ مجتہدین علیہم الرحمتہ ہرگز کوئی درود نئے الفاظ اور نئی عبارت میں نہ پڑھتے نہ لکھتے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے درود شریف کے

کئی الفاظ صحیح مروی ہیں۔ جو حضور علیہ السلام کے الفاظ نہیں۔
اسی طرح تابعین و تبع تابعین وائمہ دین سے کئی ایسے درود ہیں۔ جو
وہ لوگ پڑھا کرتے تھے۔ جن کے الفاظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت
نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف کوئی بھی پڑھا جاوے فضیلت
ضرور ہے۔ قَالَ الحافظ السخاوی فی القول البدیع نقلاً
عن الحافظ ابن مسدی قد روی فی کیفیۃ الصلوٰۃ علی
النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ وَذَهَبَ
جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ فَمَنْ بَعْدَ هُمْ اِلٰى اَنَّ هٰذَا الْبَابَ
لَا يُوْقَفُ فِيْهِ مَعَ النُّصُوْصِ وَاَنَّ مَنْ رَزَقَهُ اللهُ بَيَانًا
فَاَبَانَ عَنِ الْمَعَانِيْ بِالْاَلْفَاظِ الْفَصِيْحَةِ الْمَبَانِيْ الصَّرِيْحَةِ
الْمَعَانِيْ مِمَّا يُعْرِبُ عَنْ كَمَالِ شَرَفِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَعَظِيْمِ حُرْمَتِهٖ كَانَ ذٰلِكَ وَاسِعًا وَاحْتَجُّوْا بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَحْسِنُوا الصَّلٰوةَ عَلٰى نَبِيِّكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ
لَعَلَّ ذٰلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ انتہی۔ حافظ سخاوی قول بدیع میں حافظ ابن
مسدی سے نقل کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود شریف
پڑھنے کی کیفیت میں بہت حدیثیں آئی ہیں۔ اور صحابہ اور تابعین کی ایک
جماعت اس طرف گئی ہے۔ کہ یہ باب منصوص پر موقوف نہیں۔ جس شخص
کو اللہ تعالے قوت بیانیہ عطا فرما دے اور وہ الفاظ فصیحہ کے
ساتھ درود شریف کو ادا کرے اور ایسے الفاظ کہے جس سے حضور علیہ

سلام کا کمال شرف اور آپ کی عظمت وحرمت ظاہر ہو۔ تو یہ جائز ہے
ور مجوزین کی دلیل قول ابن مسعود سے رضی اللہ عنہ۔ کہ انھوں نے فرمایا کہ
تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بہت اچھا درود پڑھا کرو۔ تم نہیں
جانتے شاید یہی درود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جاوے
تو تمہارے لیے اچھے الفاظ پیارے پیارے تعریفی جملے آپ دیکھکر
خوش ہوں) (دیکھو سعادت الدارین صفحہ ۳۷)

محدثین و فقہا علیہم الرحمۃ کو دیکھئے کہ وہ اپنی کتابوں میں حضور علیہ السلام
کے نام پاک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اور
کوئی مختصر لفظ درود شریف کا لکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ بھی رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم سے ماثور نہیں جس سے معلوم ہوا کہ علما ئے امت کا اس
بات پر اجماع ہے۔ کہ درود شریف کے بارہ میں وسعت ہے۔ جو
لفظ بھی ہو فضیلت سے خالی نہیں۔ اور ہر لفظ میں قرآن شریف کے
ارشاد کی تعمیل ہے۔ قرآن کریم میں کسی خاص درود پڑھنے کی بابت حکم نہیں
مطلق حکم ہے۔ کہ درود پڑھو۔ اب درود پڑھنے والا جس صیغے کے ساتھ
اس حکم کی تعمیل کریگا جائز ہوگا۔ بلکہ قرآن شریف میں درود اور سلام
کا ذکر ہے۔ اس لئے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ
پڑھنے سے یا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے سے دونوں امروں کی
تعمیل ہو جاتی ہے۔ درود بھی اور سلام بھی۔ لیکن نماز والا درود شریف پڑھنے
میں درود کی تعمیل تو ہو گئی لیکن سلام رہ گیا۔ سلام کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی

اس لئے نماز والا درود شریف نماز میں پڑھنا نفل ہے۔ کیونکہ نماز میں پہلے سلام پڑھ لیا جاتا ہے یعنی السلام علیک ایہا النبی پھر یہ درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ تو دونوں حکموں کی تعمیل نماز میں ہو جاتی ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نماز میں درود شریف پڑھنے کی بابت حضور علیہ السلام سے سوال کیا تو حضور علیہ السلام نے نماز والا درود شریف سکھایا چنانچہ ابی مسعود بدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰی جَلَسَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِيْ صَلَاتِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ قَالَ فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَحْبَبْنَا اَنَّ الرَّجُلَ لَمْ يَسْاَلْهُ فَقَالَ اِذَا اَنْتُمْ صَلَّيْتُمْ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ الخ۔ مسند احمد بن خزیمہ حاکم ابن حبان دار قطنی بیہقی میں یہ حدیث موجود ہے۔ ابن تیمیہ نے منتقی صہ ۶۵ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم صہ ۷۵ میں اس حدیث کو صحیح فرماتے ہیں۔ ترمذی وابن خزیمہ وحاکم نے اس کو صحیح کہا۔ دار قطنی نے اس کی سند کو حسن متصل اور بیہقی نے صحیح کہا۔ (سعادۃ الدارین صہ ۵۹)

ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک آدمی آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ آپ پر سلام بھیجنا تو ہم معلوم کر چکے۔ جب

ہم نماز میں آپ پر درود پڑھیں۔ تو کس طرح پڑھیں۔ اللہ تعالےٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ یہانتک کہ ہم چاہتے تھے۔ کہ یہ آدمی نہ پوچھتا رتو اچھا تھا آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو۔ تو اس طرح کہو۔ اللھم صل علی محمد الخ۔ اسی حدیث کی تصریح کیواسطے قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے اسی کو اظہر فرمایا۔ کہ صحابہ نے نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق پوچھا۔ اور حضور علیہ السلام نے نماز میں پڑھنے کے لئے یہ درود سکھایا۔ علامہ نووی نے بھی شرح صحیح مسلم میں یہی پسند فرمایا۔ اور کہا ھٰذَا ظَاھِرُ اِخْتِیَارِ مُسْلِمٍ وَلِھٰذَا ذَکَرَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ فِیْ ھٰذَا الْمَوْضِعِ۔ یہی ظاہر ہے۔ کہ مسلم نے بھی اسی کو پسند فرمایا۔ اسی واسطے اس حدیث کو اس موقع پر بیان کیا۔ یعنی نماز میں تشہد کے موقع پر۔

تحقیق خطاب۔ رہی یہ بات کہ اس درود شریف میں خطاب ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو مسافت بعیدہ سے خطاب کرنا درست نہیں اس لئے یہ درود بھی درست نہیں۔ میں کہتا ہوں بیشک اس میں خطاب ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کو خطاب درست نہیں صحیح نہیں کیونکہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام اپنے اپنے گاؤں میں شہروں میں گھروں میں نمازیں پڑھتے تھے۔ اور سب کے سب التحیات میں بصیغہ خطاب اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ ہی پڑھتے تھے حالانکہ سب کے سامنے رسولکریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوتے تھے۔ اور یہ خطاب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے خود سکھایا۔ اور اس تاکید سے سکھایا جس طرح کہ آپ قرآن شریف سکھاتے تھے۔ لیکن کسی صحابی نے حضور علیہ السلام کے سامنے یہ عذر پیش نہیں کیا کہ حضور جب ہم آپ کے ساتھ جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ تو آپ ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ لیکن جب ہم سنن یا نوافل گھروں میں پڑھتے ہیں۔ یا سفر میں نماز کا وقت آجاتا ہے۔ یا کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں نماز پڑھتے ہیں۔ تو اس وقت آپ ہمارے سامنے موجود نہیں ہوتے پھر ہم آپ کو بصیغہ خطاب اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کس طرح پڑھیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جانتے تھے۔ کہ حضور علیہ السلام کو ہمارا سلام پہنچتا ہے۔ بذریعہ فرشتوں کے یا خدا تعالےٰ کے سنا دینے سے۔ اور یہ خطاب نہ صرف آپ کے زمانہ میں تھا بعد وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی امت میں اسی طرح مروّج رہا۔ اور سب اسی التحیات کو پڑھتے رہے۔ اور پڑھتے ہیں۔

صدیق اکبر و عمر فاروق و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بر منبر علی رؤس الاشہاد اپنی اپنی خلافتوں میں اسی تشہد خطاب والے کی تعلیم دیا کرتے تھے صحابہ میں سے اگر کسی صحابی کو ندا میں کلام ہوتا تو ضرور انکار کرتے معلوم ہوا کہ جواز ندا پر صحابہ کا اجماع تھا۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقمہ کو اسی خطاب کے صیغہ کے ساتھ التحیات سکھایا اور انہی سے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کو بصیغہ خطاب پہنچا (فتح القدیر) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس تشہد کے ایک ایک حرف کی بابت گرفت کرتے تھے۔ اور کمی بیشی منع سمجھتے تھے!

البتہ جو صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیا ہے۔
فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ۔ یعنی علی النبی جو اب بیچ ہے۔ التحیات کی روایت
عبداللہ بن عباس و عمر و ابن عمر و جابر و ابو موسےٰ اشعری و عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔
سب میں لفظ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہ سے شفیق اور علقمہ و اسود و ابوالاحوص و ابوعبیدۃ و عبداللہ بن
سنجرہ روائت کرتے ہیں۔ لیکن کسی نے بجز عبداللہ بن سنجرہ خطاب چھوڑنے
کا ذکر نہیں کیا۔ عبداللہ بن سنجرہ سے اعمش اور سیف بن سلیمان روائت
کرتے ہیں۔ اعمش کی روایت میں بھی یہ فقرہ نہیں صرف سیف کی روائت
میں ہے۔ اور سیف اگرچہ ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین اُس کو تدری فرماتے
ہیں۔ جب جمیع صحابہ سے طبقہ بعد طبقہ اس وقت تک وہی تعلیم بصیغہ خطاب
چلی آتی ہے۔ حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی بجز اس روائت کے
جو سیف سے ہے۔ بلفظ خطاب ہی مروی ہے۔ تو روایت سیف
معمول بہا نہ ہو گی۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف
ہے۔ اور صحابی کا قول جب کہ سنت کے برخلاف ہو حجت نہیں ہو تا۔ پس
روایات مرفوعہ کے خلاف قول ابن مسعود حجت نہیں ہو سکتا۔ رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں نہیں فرمایا کہ میری وفات کے بعد
بجائے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھنا بلکہ حضور علیہ السلام
جانتے تھے۔ کہ صحابہ کرامؓ و دیگر مسلمانان شرق و غرب میرے انتقال کے

بعد نمازیں پڑھیں گے۔ اور اسی طرح پڑھیں گے جس طرح کہ میں نے سکھایا ہے پھر بھی آپ نے بصیغہ خطاب ہی سکھایا۔ اور اس خطاب کو اپنی حیات ظاہری کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اس خطاب کو پسند فرماتے تھے۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ اَمَّا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كُنَّا نَقُوْلُ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ فَلَمَّا قُبِضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ فَهُوَ رِوَايَةُ اَبِيْ عَوَانَةَ وَرِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ اَلْاَصَحُّ مِنْهَا بَيَّنَتْ اَنَّ ذَالِكَ لَيْسَ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَلْ مِنْ فَهْمِ الرَّاوِيْ عَنْهُ وَلَفْظُهَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا سَلَامٌ يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ فَقَوْلُهُ قُلْنَا سَلَامٌ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ بِهِ اسْتَمْرَرْنَا بِهِ عَلَى مَا كُنَّا عَلَيْهِ فِيْ حَيَاتِهِ وَيَحْتَمِلُ اَنَّهُ عَرَضْنَا عَنِ الْخِطَابِ وَاِذَا احْتَمَلَ اللَّفْظُ لَمْ يَبْقَ فِيْهِ دَلَالَةٌ كَذَا ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ انتہی۔ یعنی ابو عوانہ کی روایت میں آیا ہے۔ کہ جب حضور علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ تو ہم نے السلام علی النبی کہنا شروع کیا اور بخاری کی روایت نے جو اس سے اصح ہے بیان کر دیا ہے۔ کہ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہنا ابن مسعود کا قول نہیں۔ بلکہ راوی کا فہم ہے۔ (یعنی بخاری کا قالہ ابن حجر) بخاری کا لفظ یہ ہے۔ کہ جب آپ قبض کئے گئے۔ کہا ہم نے سلام یعنی علی النبی تو یہ قول کہ کہا ہم نے سلام دو احتمال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس قول سے یہ ارادہ ہو کہ ہم اسی سلام پر رہے جس پر حضور

علیہ السلام کی زندگی میں تھے۔ یعنی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ پر دوسرا احتمال یہ ہے۔ کہ ہم نے خطاب چھوڑ دیا تو جب احتمال آگیا دلالت باقی نہ رہی اسی طرح ابن حجر نے ذکر کیا ہے؛

بعض روایات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ تشہد نماز میں پڑھتے تھے۔ التحیات للہ والصلوات للہ الزاکیات للہ السلام علی النبی الخ۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی خطاب چھوڑ دیا تھا اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں آپکی زندگی میں خطاب چھوڑنے کا کوئی ذکر نہیں اور نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں نافع اپنے ملنے کا ذکر کرتا ہے کہ ابن عمر یہ تشہد پڑھتے تھے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ نافع کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا زمانہ نہیں۔ علاوہ اس کے اس روایت میں چند امور ایسے ہیں جو تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں اور تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ اصح مانا گیا ہے۔ اسی واسطے زرقانی لکھتا ہے۔ کہ امام مالک رحمہ اللہ اس تشہد کا قائل نہیں جو ابن عمر کی حدیث میں ہے۔

فَمَالِكٌ لَا يَقُوْلُ بِمَا فِيْ خَبَرِ ابْنِ عُمَرَ هٰذَا مِنَ الْبَسْمَلَةِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَاَبْدَلَ اُشْهِدُ بِشَهِدْتُ وَالدُّعَاءُ فِي التَّشَهُّدِ الْاَوَّلِ وَاِعَادَةُ	یعنی پہلے بسم اللہ اور اشہد کے بدلہ میں شہدت اور تشہد اول میں دعا اور نبی اور صالحین پر سلام کا اعادہ دعا کے بعد سلام سے پہلے اور علیک ایہا النبی

افسوس کہ وہ التحیات کے متعلق کوئی ایسی حدیث بسند صحیح نہیں دکھا سکتے۔ جس میں یہ ذکر ہو کہ شب معراج میں خدا تعالےٰ نے ایسا کہا اور حضور نے یہ کہا جبرئیل نے یہ کہا۔ میں نے بعض سیر کی کتابوں میں ایسا لکھا دیکھا ہے۔ لیکن بجستجو و تلاش مجھے اس کی تخریج نہیں ملی۔ عرصہ ہوا کہ مولوی حکیم ابو تراب عبدالحق صاحب ایڈیٹر اخبار اہلسنت نے اپنے اخبار میں یہی مضمون لکھا میں نے اس سے بذریعہ کارڈ دریافت کیا یہ حدیث کس کتاب کی ہے۔ جواب آیا کہ میں اس کی تلاش میں ہوں۔ اگر مل گئی۔ تو لکھوں گا۔ آج تک انہوں نے بھی کوئی پتہ نہیں لکھا ؟

بہر حال اگر شب معراج میں ایسا واقعہ گذرا ہو تو کچھ بعید نہیں لیکن اس پر کیا دلیل ہے۔ کہ ہم جو التحیات پڑھتے ہیں۔ اس میں حکایت مقصود ہے۔ انشا نہیں اگر حکائت ہی مقصود ہے۔ تو پھر نمازی کی طرف سے نہ التحیات ہوا نہ سلام نہ حضور علیہ السلام پہ نہ صالحین پہ نہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے توحید کی شہادت ہوئی۔ بلکہ معراج کی حکائت ہوئی حالانکہ حکائت سمجھنا کئی وجوہ سے باطل ہے۔

(۱) نجلی عنہ بسند صحیح ثابت نہیں یعنی معراج کی رات میں ایسا ہوا؟

(۲) تشہد کی تعلیم والی کسی حدیث میں نہیں آیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ یہ مخاطبہ شب معراج ہوا تھا اس کو بطور حکائت پڑھنا۔

(۳) منکرین مانتے ہیں۔ کہ بعض صحابہؓ نے خطاب چھوڑ دیا تھا۔ پس

اگر خطاب حکائی تھا تو کیا اُن صحابہ کو اس کا حکائی ہونا معلوم نہ تھا۔ پھر کیوں خطاب کو ترک کیا۔

(۴) اگر یہ خطاب حکائی ہوتا۔ تو محدثین اس خطاب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں کیوں لکھتے۔ حکایت میں کوئی خصوصیت نہیں قرآن کریم میں یا عیسٰی یا آدم یا موسٰی بلکہ یا ہامان بھی آتا ہے۔ جو حکایتاً نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اگر حضور علیہ السلام کا خطاب بھی حکایتاً ہے۔ تو پھر خصوصیت نہ رہی۔ معلوم ہوا کہ یہ خطاب بطور انشا ہے اسی واسطے حضور علیہ السلام کے خصائص سے ہے۔ کہ نماز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کو خطاب بطور انشا درست نہیں۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔ فَاِنْ قِیْلَ کَیْفَ شُرِعَ ھٰذَا اللَّفْظُ وَھُوَ خِطَابُ بَشَرٍ مَعَ اَنَّہٗ مَنْھِیٌّ عَنْہُ فِی الصَّلٰوۃِ فَالْجَوَابُ اَنَّ ذَالِکَ مِنْ خَصَائِصِہٖ صَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں۔ وَجَوَازُ الْخِطَابِ مِنْ خُصُوْصِیَاتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذْ لَوْ قِیْلَ لِغَیْرِہٖ حَاضِرًا اَوْ غَائِبًا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ بَطَلَتْ صَلٰوتُہٗ۔ ان دو عبارتوں کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ نماز میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اگر حضور علیہ السلام کے سوا کسی اور کو خواہ وہ حاضر ہو۔ یا غائب السلام علیک کہے تو نماز کہنے والے کی باطل ہو جائے گی۔ اسی طرح ابن حجر نے فتح الباری اور سیوطی نے خصائص میں اور قسطلانی نے مواہب میں ذکر کیا ہے۔

(۵) حدیث تشہد میں رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فَاِنَّهٗ اِذَا قَالَ ذٰلِكَ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی جب بندہ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کہتا ہے۔ تو ہر بندہ صالح جو زمین و آسمان میں ہے۔ سب کو یہ پہنچتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس جملہ شریف کے فرمانے سے حکائت کے خیال کو بالکل قلع قمع فرما دیا۔ اگر تشہد میں انشائہ ہوتا تو زمین و آسمان کے صالحین بندوں پر سلام کیسے پہنچتا سلام تو مقصود ہی نہ تھا۔ وہ حکائت تھی پھر پہنچتا کیا اسی واسطے علامہ سبکی نے فرمایا ہے۔ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ حَقًّا لِلْعِبَادِ مَعَ حَقِّ اللّٰهِ وَاِنَّ مَنْ تَرَكَهَا اَخَلَّ بِحَقِّ جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ مَضٰى وَمَنْ يَّجِيْءُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لِوُجُوْبِ قَوْلِهٖ فِيْهَا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ (فتح الباری) اور کہا قفال نے تَرْكُ الصَّلٰوةِ يَضُرُّ لِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ لِاَنَّ الْمُصَلِّيْ اَنْ يَّقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا بُدَّ اَنْ يَّقُوْلَ فِي التَّشَهُّدِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَيَكُوْنُ مُقَصِّرًا بِخِدْمَةِ اللّٰهِ وَفِيْ حَقِّ رَسُوْلِهٖ وَفِيْ حَقِّ نَفْسِهٖ وَفِيْ حَقِّ كَافَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلِذٰلِكَ عَظُمَتِ الْمَعْصِيَةُ بِتَرْكِهَا۔ (فتح الباری)

یعنی نماز میں خدا تعالیٰ کے حق کے ساتھ بندوں کا بھی حق ہے کیونکہ تشہد میں السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کا پڑھنا واجب ہے پس

جس شخص نے نماز ترک کی اس نے تمام مسلمانوں کے حقوق کو پس انداز کر دیا۔ اور وہ نہ صرف خدا کی خدمت سے قاصر رہا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے میں۔ اور اپنے نفس کا حق اور تمام مسلمانوں کا حق ادا کرنے میں قاصر رہا۔ اس لئے ترک نماز بڑا کبیرہ گناہ ہے۔

(۶) محققین نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ تشہد میں حکایت کا قصد نہ کرے علامہ شامی فرماتے ہیں۔ لَا يَقْصِدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِكَايَةَ عَمَّا وَقَعَ فِي الْمِعْرَاجِ اِنَّمَا ذَكَرْنَا بَعْضَ مَعَانِي التَّشَهُّدِ لِنَا اَنَّ الْمُصَلِّي يَقْصِدُ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ مَعَانِيَهَا مُرَادَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِ الْاِنْشَاءِ مِنْهُ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي الْمُجْتَبٰى بِقَوْلِهِ وَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ يَقْصِدَ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعْنَاهَا الَّتِي وُضِعَتْ لَهَا مِنْ عِنْدِهٖ كَاَنَّهُ يُحَيِّي اللّٰهَ وَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى نَفْسِهٖ وَاَوْلِيَائِهٖ انتهی۔ وَعَلٰى هٰذَا فَالضَّمِيْرُ فِي قَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا عَائِدٌ اِلَى الْحَاضِرِيْنَ مِنَ الْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ وَالْمَلٰئِكَةِ كَمَا نَقَلَهُ فِي الْغَايَةِ عَنِ النَّوَوِيِّ وَاسْتَحْسَنَهُ وَبِهٰذَا ضَعُفَ مَا ذُكِرَ فِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ اَنَّ قَوْلَهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ حِكَايَةُ سَلَامِ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَا ابْتِدَاءُ سَلَامٍ مِنَ الْمُصَلِّي عَلَيْهِ (بحر الرائق صفحہ ۳۱۹ ج ۱)

در مختار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ بحر الرائق میں ہے کہ ہم نے بعض معانی

تشہد اس لئے ذکر گئے ہیں۔ تاکہ نمازی ان الفاظ سے ان کے معانی کا قصد کرے جو بوجہ انشاء اس کی مرادیں ہوں۔ جیسا کہ مجتبیٰ میں تصریح ہے کہ ضروری ہے نمازی الفاظ تشہد میں ان کے معانی کا جن کے لئے وہ الفاظ وضع کئے گئے ہیں۔ اپنی طرف سے قصد کرے گویا وہ نمازی اللہ تعالےٰ کو تحیت کہتا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے۔ اور اپنے نفس پر اور خدا کے دوستوں پر تو اس بنا پر السلام علینا میں جو ضمیر ہے۔ اس کا مرجع حاضرین کیطرف پھرتا ہے۔ جو امام ومقتدی اور ملائکہ ہیں۔ جیسے غائیہ میں نووی سے منقول ہے۔ اور اسے مستحسن سمجھا۔ اس تقریر سے سراج الوہاج کے اس قول کا ضعف ثابت ہو گیا جو اس نے لکھا ہے کہ السلام علیک ایہا النبی میں اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہے نمازی کیطرف سے ابتداء سلام نہیں۔ انتہی ما فی بحر الرائق

(۷) احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب آئت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہم نے جان لیا صلاۃ کا ارشاد فرمائیے چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آتا ہے قَالَ قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا السَّلَامُ عَلَیْکَ قَدْ عَلِمْنَاہُ فَکَیْفَ الصَّلٰوۃُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ۔ کہا اس نے ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے سلام کہنا تو معلوم کر لیا ہے۔ اور درود کس طرح بھیجیں۔ تو آپ نے فرمایا پڑھو۔

اللہم صل علی محمد الخ اور سلام کا طریقہ جس کی نسبت صحابہ نے عرض
کی کہ ہم نے جان لیا ہے۔ وہ تشہد کا سلام ہے۔ اور امام نووی
فرماتے ہیں۔ اَمَّا السَّلَامُ فَکَمَا عَلِمْتُمْ فِی التَّشَهُّدِ وَهُوَ قَوْلُهُمْ
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ -
(نووی شرح مسلم) کہ سلام جیسے تم نے تشہد میں جان لیا اور وہ السلام
علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے امام سخاوی نے قول البدیع میں
بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ علیہم الرحمۃ کے نزدیک یہ
سلام حکائتانہ تھا بلکہ انشائی تھا۔ کیونکہ آیت صلوا علیہ وسلموا کے
امر کے امتثال میں صحابہ نے اس کو قرار دیا اور ظاہر ہے۔ کہ امتثال امر
کے لیئے انشا کی ہی ضرورت ہے حکائت مفید نہیں معلوم ہوا کہ صحابہ رحمہم
اللہ اس خطاب کو حکائی نہیں سمجھتے تھے۔ اور کسی روائت میں صحابہ
سے یہ تصریح بھی نہیں کہ ہم خطاب حکائی سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ پھر معلوم
نہیں کہ حضرات معترضین کس بنا پر اس خطاب کو حکائی سمجھتے ہیں۔

(۸) علامہ زرقانی نے طیبی سے نقل کیا ہے۔ کہ نمازیوں نے جب التحیات
کے ساتھ عالم ملکوت کا دروازہ کھولا تو ان کو اندر آنے کی اجازت
مل گئی۔ پھر مناجات کے ساتھ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ تو ان
کو تنبیہ کی گئی۔ کہ تمھیں یہ اجازت اور باریابی رسول کریم صلے اللہ
علیہ وسلم کے واسطہ اور ان کی متابعت کی برکت سے حاصل ہوئی
نمازیوں نے التفات کیا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الہی

میں حاضر ہیں۔ تو السلام علیک ایہا النبی کہتے ہوئے حضور علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ حافظ ابن حجر نے اہل عرفان کے اس طریق پر جو طیبی نے نقل کیا ہے۔ کچھ اعتراض کیا ہے۔ علامہ زرقانی اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ لٰكِنَّ الْمُقَرَّرُ فِي الْفُرُوْعِ اِنَّمَا يُقَالُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَلَوْ بَعْدَ وَفَاتِهٖ اِتِّبَاعًا لِاَمْرِهٖ وَتَعْلِيْمِهٖ فَتَمَّتِ النُّكْتَةُ انتہی۔ یعنی فروع میں مقرر ہو چکا ہے۔ کہ السلام علیک ایہا النبی ہی پڑھا جاوے اگرچہ آپ کی وفات کے بعد ہی ہو۔ اس لئے کہ آپ کے امر اور تعلیم کا اتباع ہے۔ تو طیبی کا نکتہ پورا ہوا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہ خطاب حکائی نہیں اور نکتہ نہایت عجیب ہے۔

امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہے کہ شارع نے اس لئے ورود اور سلام کا التحیات میں نمازی کو امر فرمایا ہے۔ تاکہ غافلوں کو آگاہی ہو کہ جس پروردگار کے حضور میں بیٹھے ہو اس دربار میں تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں۔ فَاِنَّهٗ لَا يُفَارِقُ حَضْرَةَ اللّٰهِ اَبَدًا فَيُخَاطِبُوْنَهٗ بِالسَّلَامِ مُشَافَهَةً۔ کیونکہ حضور علیہ السلام بارگاہ الہیٰ سے کبھی الگ نہیں ہوتے پس نمازی آپ کو اسلام کے ساتھ سامنے خطاب کرتے ہیں۔ صدیق حسن بھوپالوی مسک الختام شرح بلوغ المرام جلد اول میں کہتے ہیں۔ وجہ خطاب بہ آں حضرت بہجت القائے ایں کلام است بہ آنچہ در اصل بود کہ شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ و تقدس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خطاب بہ سلام آمد پس آں حضرت در حین تعلیم امت نیز بہ ہماں لفظ اصل
گزاشت تا متذکر آں حال گردد ، و نیز آں حضرت ہمیشہ نصب العین مومناں
و قرۃ العین عابداں است و در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادات
و نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر است و بعضے از عرفا قدس
سرہم گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ
الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم در ذوات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی
باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب
و اسرار معرفت منور و فائض گردد انتہی ۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست — مے بینمت عیاں و دعا مے فرستمت (انتہی)

اسی طرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے
اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے ۔ وللہ الحمد ۔ یعنی اس خطاب کی وجہ یہ ہے ۔
کہ جس طرح یہ کلام معراج کی رات میں ہوئی اُسی اصل پہ باقی رکھی ۔
شب معراج میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے سلام خطاب ہوا ۔ تو حضور
علیہ السلام نے امت کی تعلیم کے وقت اسی لفظ سے تعلیم فرمایا ۔ تاکہ
امت کو حالت معراج کا واقعہ یاد رہے ۔ نیز (خطاب کی یہ وجہ
ہے) کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنوں کے نصب العین اور
عابدوں کے قرۃ العین ہیں ۔ ہر حالت اور ہر وقت میں خصوصاً عبادات
میں ۔ تو حضور علیہ السلام عابدوں کے نصب العین ضرور رہتے ہیں ۔)

اور اس وقت انوار رحمت اور کشف زیادہ قوی ہوتا ہے گویا یہ خطاب حضور علیہ السلام کو بالمشافہ ہے۔ بعض عارفین نے کہا ہے کہ یہ خطاب اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے تمام افراد میں موجود ہے۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ تو نمازی کو چاہیئے کہ ان معنوں سے آگاہ ہو اور اس شہود سے غافل نہ ہو۔ تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور و فائض ہو۔ ہاں عشق کے راہ میں قرب و بعد نہیں ہم تجھے (یَا رَسُوْلَ اللّٰہ) ظاہر دیکھتے ہیں۔ اور دعا بھیجتے ہیں۔ انتہی۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ خطاب حکائی نہیں بلکہ یہ خطاب حاضر کو ہے یہ شہود جو صدیق حسن اور شیخ دہلوی نے لکھا ہے۔ عجب نہیں کہ زمانہ حال کے مدعیان عمل بالحدیث اس کو شرک کہدیں۔

(۹) حضرت امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ وَاحْضُرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَهٗ الْكَرِيْمَ وَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ کہ تو اپنے دل میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کو حاضر کر اور کہو السلام علیک ایہا النبی الخ دیکھئے اگر خطاب حکائی ہوتا۔ تو غزالی اس تصویر کی ہدایت نہ کرتے اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ ایہا النبی میں خطاب حکائی نہیں حضور علیہ السلام نے صحابہ کو سکھایا اکثر

صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ اربعہ اور ان کے متقدمین کا اسی تشہد خطاب والے پر عمل رہا۔ اور کسی سے اس پہ انکار ثابت نہیں بجز ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی انکار ثابت نہیں البتہ ترک خطاب ہے۔ اور وہ بھی محتمل کما مر عن المرقات اور آپ کا علقمہ تابعی کو بھی تشہد سکھانا اس بات پہ دلیل ہے۔ کہ آپ کا بعد وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی تشہد پہ عمل ہو گیا تھا۔ گو پہلے جانا بلجواز آپ نے ترک خطاب کیا ہو۔ فتح الباری میں جو ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا مکالمہ[1] درج ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسی تشہد خطاب والے پہ قائم رہے۔ اگرچہ حافظ نے اس پہ کلام کیا ہے۔ کہ ابو عبیدہ نے عبداللہ بن مسعود سے نہیں سنا لیکن صحیح یہ ہے۔ جو دارقطنی نے کہا کہ ابو عبیدہ اپنے باپ کی حدیث کا دوسروں سے زیادہ اعلم ہے۔ اگرچہ حدیث ضعیف بھی ہو۔ تو بھی معمر کی روائت کے مخالف نہیں بلکہ اس کی روائت میں جو تھا السلام یعنی علی النبی ملا ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں کما مر عن المرقاۃ اور یہ مکالمہ ایک احتمال

نوٹ:- [1] وہ مکالمہ یہ ہے۔ قال ابن عباس انما کنا نقول السلام علیک ایھا النبیّ اذکانَ حیا فقال ابن مسعود ھٰکذا علمنا وھٰکذا نعلم ابن عباس نے کہا کہ ہم حضور علیہ السلام کی زندگی میں السلام علیک ایھا النبی کہتے تھے تو ابن مسعود نے فرمایا اسی طرح (بصیغہ خطاب) ہم سکھائے گئے اور اسی طرح ہم سکھاتے ہیں (فتح الباری پارہ ۵ ص ۳۵۳) ۱۲ منہ

کی تائید کرتا ہے پس کوئی تعارض نہ ہوا۔
ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بطریق صحیحہ موقوفاً و مرفوعاً ہی ثابت ہے۔ کہ وہ بھی بصیغہ خطاب پڑھتے پڑھاتے رہے۔ موطا میں جو نافع نے اُن سے ترک خطاب روایت کیا ہے۔ موطا امام میں نادر روایت بھی بصیغہ خطاب ہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مسلم شافعی ترمذی نے مرفوعاً یہی تشہد روایت کیا ہے۔ تو جب نماز میں جو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے حضور علیہ السلام کو خطاب درست ہے تو خارج از نماز کیوں درست نہ ہوگا۔ اگر اس خطاب میں شائبہ شرک ہوتا تو خود حضور علیہ السلام منع فرما دیتے۔ یا اگر اس میں تشبہ بالمشرکین ہوتی یا بطریق تنزل اس تشبہ کو حضور علیہ السلام منع خیال فرماتے۔ تو ضرور منع فرما دیتے چنانچہ حضور علیہ السلام نے بعض امور کو بوجہ تشبہ منع فرمایا۔ کہ ایسے خطاب کی نماز میں ہرگز اجازت نہ دیتے جس میں بقول منکرین تشبہ بالمشرکین پائی جاتی ہے۔

ایک شبہ ۔ کہتے ہیں کہ تحیات میں ندا خلاف قیاس ہے۔ اور خلاف قیاس پر قیاس درست نہیں میں کہتا ہوں۔ یہاں قیاس کہاں ہے وہی سلام بالخطاب نماز میں ہے۔ وہی سلام بالخطاب خارج از نماز ہے۔ اس کی اجازت بعینہ اسکی اجازت ہے۔

دوسری دلیل قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا کسی نے

اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ کہا جو سب لوگوں سے تمہیں زیادہ
محبوب ہے اس کو یاد کر تو آپ چلا کر پکار اُٹھے یا مُحَمَّدَاہُ پاؤں فی الفور
اچھا ہو گیا۔ دیکھئے حالتِ غیب میں بلفظ حاضر خطاب فرما رہے ہیں
کون حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

تیسری دلیل - اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیا
ہے۔ علامہ خفاجی لکھتے ہیں اَثَرٌ وَّ رُوِيَ مِثْلَهٗ رَاى مثل قول ابن عمر)
لِابْنِ عَبَّاسٍ وَّذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ فِيْ اَذْكَارِهٖ وَرُوِيَ اَيْضًا
مِنْ غَيْرِ هِمَا وَهٰذَا مِمَّا تَعَاهَدَهٗ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ انتہی
یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرح پاؤں کے سُن ہو جانے کے وقت یا محمداہ
کہنا حضرت ابن عباس سے بھی آیا ہے۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اذکار
میں ذکر کیا ہے۔ اور ان دونوں کے سوا اور حضرات اصحابہ سے بھی مروی
ہے۔ اور یہ اہل مدینہ کے عادات میں سے ہے۔ ابن السنی نے
عمل الیوم واللیلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر روایت
کیا ہے۔

چوتھی دلیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو ایک دعا
سکھائی جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ وہ یہ دعا
ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ
الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلٰى رَبِّيْ بِكَ اَنْ يَّكْشِفَ لِيْ
عَنْ بَصَرِيْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ وَشَفِّعْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ رواہ

الترمذی وقال حدیث حسن صحیح غریب (ترغیب صفحہ ۲۲)
اے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے توسل سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے رب کی طرف تیری توسل کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری بصارت کھولدے۔ اے اللہ میرے حق میں اُس کی سفارش قبول کر اور میرے نفس کے بارہ میں میری سفارش منظور کر حدیث میں آیا ہے کہ اس نابینا نے یہ دعا پڑھی۔ تو اللہ تعالے نے اس کو بینائی عطا کی ابن ماجہ کی روائت میں اس دعا کے یہ الفاظ ہیں۔ یَا مُحَمَّدُ اِنِّی تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّىْ فِىْ حَاجَتِىْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تیرے توسل سے اللہ تعالے کیطرف اپنی اس حاجت کے لئے متوجہ ہوتا ہوں تاکہ تو اس کو پورا کردے یا لِتُقْضٰى ہے۔ تاکہ وہ حاجت پوری کی جائے طبرانی کی روائت میں ہے کہ خدا کی قسم ابھی ہم حضور علیہ السلام کی صحبت سے الگ نہیں ہوئے اور نہ کوئی طویل گفتگو ہوئی کہ وہی نابینا آیا گویا اس کو کوئی ضرر نہ تھا حدیث کے الفاظ فَرَجَعَ اور حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْنَا۔ سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس نابینا نے یہ دعا حضور علیہ السلام سے سیکھ کر حضور کی غیبت میں ہی پڑھی تھی اگر حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھتا تو یہ الفاظ نہ ہوتے۔ تو جو لوگ اس حدیث میں جو خطاب ہے۔ اس کو حضور علیہ السلام کی حاضری پر حمل کرتے ہیں وہ علاوہ بے دلیل ہونیکے سیاق حدیث کے خلاف

کہتے ہیں۔ اس دعا میں یا محمد بصیغہ خطاب آپ کیطرف التفات وتفرع ہے
اور توجہ بلکہ مدد کیلئے استعانت ہے۔
نیز حضور علیہ السلام کو معلوم تھا کہ میری تعلیم تمام امت کیلئے ہے اور یہ
خطاب جو میں نے سکھایا ہے۔ میرے بعد بھی لوگ اسی طرح پڑھینگے۔ پھر
بھی آپ نے ایسا ہی سکھایا جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے اس
خطاب کو جائز رکھا اس خطاب کو صحابہ نے حضور علیہ السلام کے انتقال
کے بعد اسی طرح سکھایا لوگوں نے بھی اسی خطاب کے ساتھ عمل کیا جس
سے معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام کو غائبانہ خطاب کرنا صحابہ میں معمول
تھا اگر اس دعا میں خطاب حکایتاً سمجھا جاوے تو پھر اللھم انی اتوجہ الیک
بھی حکایت ہو گی وہو کما تریٰ۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ حرز ثمین میں لکھتے ہیں
یَا مُحَمَّدُ اِلْتِفَاتٌ اِلَیْہِ وَتَضَرُّعٌ لَدَیْہِ لِیَتَوَجَّہَ رُوْحُہٗ
اِلَی اللّٰہِ یعنی یا محمد آپ کی طرف التفات اور تفرع ہے۔ تاکہ آپ کا
روح مبارک اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ صاحب حصن حصین نے اس کو
عام ہر اہل حاجت کے لئے لکھا ہے۔

پانچویں دلیل عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَیْفٍ اَنَّ رَجُلًا کَانَ یَخْتَلِفُ
اِلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فِیْ حَاجَۃٍ لَّہٗ فَکَانَ عُثْمَانُ لَا یَلْتَفِتُ
اِلَیْہِ وَلَا یَنْظُرُ فِیْ حَاجَتِہٖ فَلَقِیَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَیْفٍ فَشَکٰی
ذٰلِکَ اِلَیْہِ فَقَالَ لَہٗ عُثْمَانُ بْنُ حُنَیْفٍ اِئْتِ الْمِیْضَاءَ
فَتَوَضَّأْ ثُمَّ اِئْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰھُمَّ

اِنِّی اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ ۔ ترجمہ عثمان بن حنیف سے روایت
ہے۔ کہ ایک آدمی بار بار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت
میں جایا کرتا تھا۔ مگر آپ التفات نہ فرماتے پھر وہ شخص عثمان بن
حنیف کو ملا اور شکایت کی انہوں نے فرمایا۔ برتن لے اور وضو کر پھر
مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ اور کہو اللّٰہم انی اسئلک الخ۔ اس آدمی نے
موافق تعلیم عثمان بن حنیف اس دعا کو پڑھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
در دولت پہ حاضر ہوا اس وقت دربان نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور اندر
لے گیا۔ حضرت عثمان نے اس کو اپنے مسند خاص پہ بٹھایا اور پوچھا کیا
حاجت ہے اس نے بیان کی آپ نے حاجت پوری کر دی۔ اور فرمایا
کہ جب کوئی حاجت ہو بیان کیا کرو پھر وہ آدمی بہت خوشحال حضرت
عثمان کے پاس سے نکلا اور عثمان بن حنیف کے پاس شکریہ ادا کرنے
کو گیا۔ اور کہا جزاک اللہ آپ نے شاید میری سفارش کی عثمان بن
حنیف نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں نے حضرت عثمان سے کچھ نہیں کہا۔
لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں ایک بار رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا
کہ ایک نابینا آیا تو آپ نے اس کو یہ دعا تعلیم فرمائی اس حدیث کو طبرانی
نے معجم صغیر ص ۱۰۳ میں روایت کیا اور اس کو صحیح کہا۔ اس سے یہ بھی معلوم
ہوا کہ خطاب یا محمد کا عہد صحابہ میں رواج تھا اور یہ نماز اسوقت سے
آج تک تعلیم ہوتی چلی آئی ہے۔ محدثین نے اس کو باب من لہ الی اللہ
حاجتہ او الی احد من خلقہ میں لکھا جس سے معلوم ہوا کہ

محدثین نے اس کو قضاء حاجت کے لئے تسلیم کیا ہے تو اب یہ کہنا کہ زمانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں جس شخص نے یہ دعا پڑھی تھی اس نے حکایۃً اور تبرکاً پڑھی تھی محض تعصب ہے۔ ہاں اگر مانعین کو ہر وقت حکایت ہی کا خیال ہے۔ تو یہ السلام علیک یا رسول اللہ عموماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ السلام کی خدمت میں کہا کرتے تھے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ علیک ہمیں ایک صحابی نے کب تھا جو حضور علیہ السلام نے سنا اور حاضر رہا تو پھر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ یا السلام علیک یا رسول اللہ بعد حکایت ہی پڑھا کریں۔ آخر حضور علیہ السلام کی موجودگی اور حاضری میں تو لوگ بصیغہ خطاب یا رسول اللہ کہا کرتے تھے تو کیا اس سے بھی انکار ہے یا صحابہ کے اس زمانہ کی حکایت نہیں ہو سکتی؟

چھٹی دلیل۔ طبرانی معجم صغیر کے صفحہ میں فرماتے ہیں۔ بَلَغَنِیْ اَنَّ اَبْنًا لِاَبِیْ قِرْصَافَۃَ اَسَرَتْہُ الرُّوْمُ فَکَانَ اَبُوْ قِرْصَافَۃَ یُنَادِیْہِ مِنْ سُوْرِ عَسْقَلَانَ فِیْ وَقْتِ کُلِّ صَلٰوۃٍ یَا فُلَانُ الصَّلٰوۃُ فَیَسْمَعُہٗ فَیُجِیْبُہٗ وَبَیْنَہُمَا عَرْضُ الْبَحْرِ۔ یعنے ابو قرصافہ کا ایک بیٹا تھا جس کو رومیوں نے قید کر لیا۔ ابو قرصافہ عسقلان میں تھے ہر نماز کے وقت اُسے پکارتے کہ اے قرصافہ نماز کا وقت ہے) وہ سن لیتا اور اپنے باپ کو جواب دیتا۔ اور ان دونوں کے درمیان سمندر کا عرض (فاصلہ) تھا۔ اسی روائت کو صاحب تبشیر النور نے بحضور المصطفٰی نے شواہد النبوۃ سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر اگلیے پوشانیدہ بود مردم

ے یہ حدیث پیچھے گزری ہے۔

بوسے مے آمدند ایشاں را دعائے خیر میکرد وبرکت سیخواست اثر آں را
درخود مے یافتند وے درعسقلان بود وپسر وے قرصافہ در روم بغزا
رفتہ بود ہرگاہ کہ صبح شدے ابو قرصافہ از عسقلان آواز دادے
بآواز بلند کہ یا قرصافہ یا قرصافہ الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ قرصافہ از بلدۂ روم
جواب دادے کہ لبیک یا ابتاہ واصحاب وے گفتندے ویحک کرا جواب
میدہی قرصافہ گفتے کہ پدر خود را سوگند برب الکعبۃ کہ مرا از برائے نماز
بیدار میکند۔ انتہی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ میں ندا ءغائبانہ
کا رواج تھا۔

ساتویں دلیل۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ
عنہا نے حضور علیہ السلام کی وفات شریف کے بعد بہت اشعار غم میں پڑھے
منجملہ اُن کے ایک یہ شعر ہے ؎

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللہِ کُنْتَ رَجَاءَنَا ۔ وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَّلَمْ تَکُ جَافِیًا

جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلفظ یا مخاطب کیا گیا ہے
(مواہب لدنیہ)

آٹھویں دلیل حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کے
غم میں یوں عرض کی ؎

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ ۔ فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ ۔ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی یا رسول اللہ آپ میری آنکھ کی پتلی تھے۔ اب تو میری آنکھ اندھی ہو گئی

جو چاہے۔ آپ کے پیچھے مر جائے مجھے تو آپ ہی کا ڈر تھا اسی طرح اور صحابہ کے اشعار بھی پائے جاتے ہیں۔ جن میں حضور علیہ السلام کو خطاب ہے فتوح الشام میں ہے۔ کہ جب ابو عبیدہ بن الجراح نے کعب بن حمزہ کو بارادہ حدب ایکہزار سوار دیکر روانہ کیا اس کی لڑائی یوقنا سے پڑی اس کی پانچہزار سپاہ تھی۔ یہ لڑائی ہو رہی تھی کہ پانچ ہزار سپاہ اور آگئی مسلمانوں کو دس ہزار کا مقابلہ ہو گیا اس وقت مسلمان جان بازیاں کر رہے تھے اور کعب بن ضمرہ نہایت بے چینی سے پکارتے تھے یا محمدؐ یا محمدؐ یا محمد یا نصر اللہ انزل یہ کعب بن ضمرہ صحابی ہیں۔ اور حالت غیب میں یا محمدؐ یا محمد پکارتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کیوقت سے یہ خطاب جاری ہے حضرت بلال بن حارث مزنی نے قحط عام الرمادہ میں جب بکری ذبح کی تو نری سرخ ہڈی نکلی۔ تو آپ نے فرمایا یا محمداہ پھر حضور علیہ السلام نے خواب میں بشارت دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یا سَارِیَةُ الْجَبَلَ فرمانا اور ساریہ کا نہاوند میں سن لینا مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔ اسیطرح ایک سپاہی مظلوم کا واعمراہ واعمراہ پکارنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لبیکاہ لبیکاہ فرمانا حالانکہ وہ مظلوم لشکر میں مدینہ شریف سے بہت دور تھا (ازالۃ الخفا) عبد الرحمن ہزلی کوفی حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پوتے آپ کے سر پر ٹوپی تھی جس پر لکھا ہوا تھا۔ محمد یا منصور (تہذیب التہذیب) اور ظاہر ہے۔ کہ قلم احد اللسانین ہے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔ وَصَلَّى

عَلَیْکَ اللّٰہُ یَاخَیْرَ خَلْقِہٖ وَیَاخَیْرَ مَامُوْلٍ وَّیَاخَیْرَ وَاھِبٍ
وَیَاخَیْرَ مَنْ یُّرْجیٰ لِکَشْفِ رَزِیَّۃٍ مِنْ جُوْدِہٖ قَدْ فَاقَ جُوْدُ
السَّحَائِب۔ علامہ بوصیری رحمہ اللہ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔ یَا
اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ
الْعُمَمِ۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ چہ وصفت کند سعدیِ ناتما
تمام ؎ علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام۔ مولانا جامی فرماتے ہیں ؎
ز مہجوری بر آمد جانِ عالم۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم ؎ مولانا نظامی گنجوی عرض
کرتے ہیں ؎ من از کمترین استانِ خاک تو۔ بدیں لاغری صید فتراکِ تو۔
مولانا شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں ؎ بہر صورت کہ باشد یا رسول
اللہ کرم فرما۔ بلطفِ خود سر و سامان جمع بے سر و پا کن ؎ حاجی امداد اللہ
صاحب پیر و مرشد مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں ؎

پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قید دو عالم سے چھڑا دو یا رسول اللہ

جہازِ امت کا حق نے کر دیا ہے آپکے ہاتھوں ۔ بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول ا
نانویں دلیل بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے ۔ کہ حضور علیہ السلام نے
ہرقل بادشاہ روم کو جو خط لکھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ
اَدْعُوْکَ بِدُعَایَۃِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ۔ یعنی میں تجھے
اسلام کی طرف بلاتا ہوں مسلمان ہو جا تاکہ تو سلامت رہے۔ اس خ

میں حضور علیہ السلام نے اُس غائب کو مخاطب فرمایا بات یہ تھی کہ قاصد اس خط کو لیجا کر اُس کے ہاتھ میں دیدیگا۔ اسی طرح آج تک یہ رسم جاری ہے۔ کہ لوگ اپنے خطوط میں مکتوب الیہ کو مخاطب کرتے ہیں۔ اور ڈاک کے چیٹھی رسانوں پہ اعتماد کر کے غائب کو مخاطب کر لیتے ہیں۔ تو احادیث میں صریح آتا ہے۔ کہ امت کے اعمال صبح وشام آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں پھر خطاب حاضر کو ہوا۔ پھر یہ خطاب کیوں ناجائز ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ رواہ النسائی) ابن حبان (ترغیب صـ۳۲۸) کہ اللہ تعالی نے کچھ فرشتے مقرر کئے ہیں۔ جو سیر کرتے پھرتے ہیں۔ وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچا دیتے ہیں دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ رواہ الطبرانی فی الکبیر یعنی جہاں تم ہو مجھ پر درود بھیجا کرو تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے۔ تو جب چھٹی رساں کے اعتبار سے خطوں میں غائب کو خطاب جائز ہو تو ملائکہ کے درود شریف پہنچا دینے کے اعتبار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیوں جائز نہ ہو سوائے اس کے ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو کچھ حضور علیہ السلام سے ہی عداوت ہے۔ کہ اُن کیلئے جائز نہیں سمجھتے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب۔ کہتے ہیں کہ فرشتوں کی نسبت یہ ثابت نہیں کہ وہ متکلم کے الفاظ پڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے

ہیں کہ خطا کی حالت پر قیاس ہو سکے وہ تو صرف اتنا حضور علیہ السلام کو بتلاتے ہیں۔ کہ فلاں شخص نے اتنی دفعہ آپ پر درود بھیجا ہے ہر ایک کے الفاظ نہیں کہتے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں آیا ہے۔ کہا اس نے اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَحْسِنُوا الصَّلٰوۃَ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِکَ یُعْرَضُ عَلَیْہِ (الحدیث رواہ ابن ماجہ)

یعنی جب تم درود شریف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھو تو بہت اچھا پڑھا کرو تم نہیں جانتے شاید وہ حضور پر پیش کیا جائے دیلمی نے مسند الفردوس میں اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ قالہ النبہانی فی سعادۃ الدارین صـ۵۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درود شریف کے الفاظ پیش ہوتے ہیں۔ سر اسی لیے اچھا پڑھنے کا ارشاد فرمایا نیز حدیث میں آیا ہے۔ کہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بعینہ درود پہنچتا ہے۔ نہ یہ کہ خبر درود کی۔ اسیطرح دوسری جگہ تعد میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّ صَلٰوۃَ اُمَّتِیْ تُعْرَضُ عَلَیَّ فِیْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَۃٍ فَمَنْ کَانَ اَکْثَرَھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً کَانَ اَقْرَبَھُمْ مِنِّیْ مَنْزِلَۃً رواہ البیہقی باسناد حسن ترغیب صـ۳۲۹ م کہ جمعہ کے دن مجھ پر بہت درود پڑھا کرو کیونکہ ہر جمعہ میں میری امت کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ تو جو شخص مجھ پر بکثرت درود پڑھنے والا ہوگا وہ میرے نزدیک مرتبہ میں اقرب ہوگا اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ درود شریف ہی پیش کیا جاتا ہے۔

دسویں دلیل۔ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِیْ اِمْرَأَۃٌ زَوْجَھَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُہٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ لَا تُؤْذِیْہِ قَاتَلَکِ اللّٰہُ فَاِنَّمَا ھُوَ عِنْدَکِ دَخِیْلٌ یُوْشِکُ اَنْ یُّفَارِقَکِ اِلَیْنَا

رواہ ابن ماجۃ والترمذی (ترغیب ص۳۷۶) فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں کوئی عورت اپنے خاوند کو ایذا نہیں دیتی۔ مگر اس کی بیوی حور عین جنت میں اس کو کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے یہ شخص تو تیرے پاس (چند روزہ) مہمان ہے۔ بہت جلدی چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دنیا میں زوجین کا تنازعہ ہوتا ہے اور جنت میں حور کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ اور وہ وہاں سے اس عورت کو مخاطب کرتی ہے اور مذکورہ بالا الفاظ کہتی ہے۔ تو آپ حور کو بھی اس غائبانہ خطاب کے سبب کوئی فتویٰ لگائیں گے ہاں معلوم ہے حور کون ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی غلام وہ تو دنیا میں عورت کا خاوند کو ایذا دینا معلوم کرلے اور غائبانہ خطاب کرے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو ہمارے درود بھیجنے کا علم ہو اور نہ آپ کو غائبانہ خطاب درست ہو۔ حالانکہ حور کے متعلق یہ کسی روایت میں نہیں آیا کہ عورتوں کا اپنے خاوندوں کو ایذا دینا حوروں تک بذریعہ فرشتگاں پہنچایا جاتا ہے اور درود شریف کے متعلق تو صحیح روایتوں میں

ایسا آچکا ہے۔ پھر حضور کے علم میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ افسوس اور
تو سب غائبانہ خطاب جائز ہوں لیکن انکار ہے تو صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ
کے خطاب کا ہے "کہتے ہیں کہ اس درود میں آل کا ذکر نہیں" میں کہتا
ہوں کہ ضروری نہیں کہ ہر درود میں آل کا ذکر ہو۔ اگر کسی کے پاس اس
کی دلیل ہو تو بیان کرے کتب صحاح کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا
ہے۔ کہ ہر ایک حدیث میں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
آتا ہے۔ آل کا ذکر نہیں آتا اگر ہر درود کے ساتھ آل کا ذکر لازمی ہوتا تو
محدثین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعلی آلہ بھی ضرور لکھتے۔

علاوہ اس کے احادیث میں بعض درود شریف ایسے بھی آئے ہیں
جن میں آل کا ذکر نہیں چنانچہ رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ قَالَ اَللّٰھُمَّ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ
وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ رواہ البزار والطبرانی (ترغیب صفحہ ۳۳۰) جو شخص
کہے اللھم صل علی محمد الی آخرہ اسکو میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے دیکھو یہ
درود شریف خود حضور علیہ السلام نے فرمایا لیکن اس میں آل کا ذکر نہیں
ہے سنن نسائی جلد اول کے صفحہ ۱۷۹ میں حدیث قنوت کے اخیر درود
شریف فرمایا اس میں آل کا ذکر نہیں وہ حدیث یہ ہے۔ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ
عَلِیٍّ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰؤُلَاءِ الْکَلِمَاتِ
فِی الْوِتْرِ قَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا

أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ
وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى
اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ۔ ترجمہ امام حسن فرماتے ہیں مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے وتروں میں پڑھنے کے لئے یہ کلمات سکھائے اللھم اھدنی
الخ دیکھو حضور علیہ السلام نے بغیر ذکر آل کے درود شریف وصلی اللہ
علیہ وسلم وصلی اللہ علی النبی محمد سکھایا۔ معلوم ہوا کہ آل کا ذکر لازمی
نہیں (ترغیب ص ۳۲۹) میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے أَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ لَمْ يَكُنْ
عِنْدَهُ صَدَقَةٌ فَلْيَقُلْ فِي دُعَائِهِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمَاتِ
فَإِنَّهَا زَكٰوةٌ وَقَالَ لَا يَشْبَعُ الْمُؤْمِنُ خَيْرًا حَتّٰى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ
الْجَنَّةُ (رواہ ابن حبان) یعنی جس مسلمان کے پاس صدقہ دینے کے لئے
کچھ نہ ہو وہ اپنی دعا میں یہ درود شریف پڑھے یہی اس کا صدقہ ہوگا۔ اور فرمایا
کہ مومن کی نیکی سے سیر نہیں ہوتا یہانتک کہ اس کا انتہا جنت ہو جائے اس
حدیث میں بھی جو درود شریف حضور علیہ السلام نے پڑھنے کا ارشاد فرمایا اس
میں آل کا نہیں پس اگر صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ میں آل کا ذکر نہیں تو
کوئی حرج نہیں آخر ہم آل پر بھی درود پڑھتے ہم اس کے منکر نہیں اصل بات یہ ہے کہ درود شریف ہمارا
اور فرقہ وہابیہ و شیعہ کا مشترک درود ہے۔ وہ نمازوں والا درود ہے۔ اور ایک

ایک درود ہمارا اور فرقہ وہابیہ کا مشترک ہے۔ شیعوں کا نہیں وہ یہ ہے
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اور
ایک درود شریف صرف گروہ احناف کثرہم اللہ کا ہے۔ جس میں وہابی شامل
ہیں۔ نہ شیعہ وہ یہ درود ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَلَّمَ
عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اہل اسلام کو چاہیے کہ اس درود شریف کی کثرت
رکھیں اور صبح وشام جماعت میں بلکہ بآواز بلند اس درود شریف کو پڑھا
کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ زَیِّنُوْا مَجَالِسَکُمْ
بِالصَّلٰوۃِ عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ عَلَیَّ نُوْرٌ لَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔
(اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عمر رضی اللہ عنہما سعادۃ الدارین
ص ۶۷)
ترجمہ:۔ کہ اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود پڑھنے کے ساتھ مزین کرو۔ کہ تمہارا مجھ
پر درود پڑھنا تمہارے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ درود
شریف بلند آواز پڑھنے سے مجلسوں کی زینت ہوتی ہے۔

ابو یوسف محمد شریف عفا اللہ عنہ

(اعجاز آرٹ پریس سیالکوٹ)